بِسمِ اللہِ الرحمٰنِ الرحیم

نظرات

علماءِ حق

علماءِ حق کا شعار ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ جس بات کو حق یقین کرتے ہیں، کسی شخص یا جماعت کا خوف کیے بغیر اُس کو برملا کہتے ہیں۔ اس راہ میں اُن کو سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ قید و بند کے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بسا اوقات اپنے دوستوں، عقیدتمندوں، اور ارادت کیش لوگوں کے ہاتھوں سب وشتم کا نشانہ بھی بنتے ہیں۔ لیکن امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فرض سے وہ ایک لمحہ کے لیے غافل نہیں ہوتے، اُن کے پائے ثبات میں ایک دقیقہ کے لیے تزلزل پیدا نہیں ہوتا۔ وہ صرف خدا سے ڈرتے ہیں۔ اور اُس کے بتائے ہوئے راستہ پر بے خوف وخطر چلتے ہیں۔ حکومت کا جبر وتشدد، دوستوں کا انحراف، اہلِ وطن کی بدگمانی وبدعقیدگی، ابنائے روزگار کا سب وشتم، ارباب دنیا کی عداوت ومخالفت یہ سب چیزیں طوفان بن کر اٹھیں، اور آندھیوں کی شکل میں نمودار ہوں، تب بھی اُن کے نقطۂ نظر اور کردار میں کوئی تذبذب پیدا نہیں ہوتا۔ وہ جب تک جسم میں جان اور زبان میں طاقتِ گویائی ہے برابر حق کا اعلان واظہار کرتے رہتے اور باطل کی تیرہ و تار فضاؤں میں شیر بیشۂ صداقت بن کر گونجتے رہتے ہیں۔ اعلانِ حق کا یہی وہ جذبۂ نبرد آزما تھا جس نے امام احمد بن حنبلؒ کو ڈھائی برس تک قید میں رکھا اور تازہ دم جلادوں سے کوڑے کھلوائے۔ امامِ مالک ابن انسؒ کی سربازار تشہیر کرائی، اور انہیں رسوا کرنے کی کوشش ناکام کی، امام اعظمؒ کو قید وبند کی دعوت دی حافظ ابن عبدالبرؒ کو گھر سے بے گھر کیا اور جلاوطنی کی زندگی پر مجبور کیا۔ یہی وہ ولولۂ حق گوئی تھا جس کی بدولت

شیخ الاسلام ابن تیمیہ برسوں جیلخانہ میں بند رہے حضرت مجدد سرہندیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ نے حبس و قید کی چند در چند مصیبتیں برداشت کیں۔ ان اکابر امت کو شدید مخالفتوں اور دہشت انگیز عداوتوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ مگر اُنھوں نے ان سب کو قدرت کا ایک امتحان وا بتلا سمجھ کر برداشت کیا۔ اور اپنے لبوں کو کبھی آشنائے آہ و فغاں نہیں ہونے دیا۔ اُن کی ان مجاہدانہ اولوالعزمیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ظلم و جبر کا دور ختم ہو گیا۔ مخالفت کے طوفان فنا ہو گئے، اور بُرا کہنے والی زبانیں گنگ ہو کے رہ گئیں، وہ آج خود دنیا میں نہیں ہیں لیکن اُن کے دم قدم سے حق سرفراز و سربلند ہے۔ صداقت کی پیشانی تابان و ضوفگن ہے اور تاریخ میں اُن کے اسماء گرامی سب سے زیادہ جلی اور نمایاں نظر آتے ہیں۔

علمارِ حق کے ساتھ بیکار و مخالفت کا معاملہ آج نیا نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے، اور جب تک فطرت انسانی میں کسب خیر و شر کی صلاحیتیں موجود ہیں یہی ہوتا رہیگا۔ لیکن پہلے جو فتنے پیش آئے وہ اپنی نوعیتِ خاص کے اعتبار سے ان فتنوں سے یکسر مختلف ہیں جو آج علمارِ حق کو پیش آرہے ہیں۔ پہلے مخالفت مذہب اور شریعت کے وقار و احترام کی نہیں تھی۔ بلکہ حاکم وقت مذہب کا کافی احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کسی مسئلہ میں کسی خاص نقطۂ نظر کا پابند ہوتا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنی تلوار کے زور سے تمام علمارِ عہد سے اُس کی تائید میں فتاویٰ حاصل کرے۔ وہ خود مسلمان ہوتا تھا اور اپنے خیالات میں اُس کو اس درجہ غلو اور پختگی ہوتی تھی کہ کسی عالم دین سے اُن کے خلاف سُننا گوارا نہیں کرسکتا تھا۔ اس بنا پر اُس فتنہ کی نوعیت زیادہ تر شخصی اور انفرادی ہوتی ہے۔ مگر آج علمارِ حق کو جن مفسدہ پردازیوں سے سابقہ پڑ رہا ہے اُن کا رخ کسی خاص عالم یا زید و بکر کی طرف نہیں ہے، بلکہ اُن کا منشا یہ ہے کہ سرے سے مذہب و علم دین کے احترام کو ختم کر دیا جائے، ناموس شریعت کو پسپا اور بے عزت کر دیا جائے اور دنیا میں کسی ایسے شخص کا اقتدار باقی نہ رہے جو مذہب اور تعلیمات مذہب کا علمبردار اور اُس کے رموز و حکم کا مبلغ ہو۔

ہمارے زمانہ میں غلط تعلیم اور نادرست تربیت نے دماغوں میں ترقی وعروج کا اور آزادی وخوشحالی کا جو مفہوم پیدا کر دیا ہے اُس کا اقتضاء یہ ہے کہ آج ہندوستان میں ایک کثیر تعداد اُن لوگوں کی موجود ہے جن کی نظر میں کسی شخص کے لیے "مولوی" ہونا سب سے بڑا جرم ہے۔ وہ طبقۂ علماء کا وجود اپنی آزادی اور خواہشات کی تکمیل کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ سمجھتے ہیں، اور اس بناء پر ان کی تمام قومی، معاشرتی، سیاسی اور اقتصادی تحریکات کا پس منظر یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح علماء کرام کا اقتدار ختم ہو جائے، اور قیادت کی باگ ماہرین علوم شریعت کے ہاتھوں سے نکل کر خود اُن کے قبضہ میں آجائے۔ تاکہ پھر وہ عوام کو اپنے منصوبوں کی تکمیل کا آلۂ کار بنا سکیں اور جس مقصد کے لیے چاہیں اُنہیں استعمال کر سکیں۔ عوام پر چونکہ اب تک مذہب کا اثر بہت قوی ہے اس لیے علماء سے بدگمان کرنے کے لیے ان لوگوں کو مذہب کی ہی آڑ لینی پڑتی ہے۔ مقصد خواہ کیسا ہی سیاسی ہو اور رکھنے والے کو مذہب سے دور کا بھی لگاؤ نہ ہو، لیکن وہ جب کبھی علماء کے خلاف ایجی ٹیشن کریگا تو مذہب کا انتہائی غمخوار بن کر یوں ہی کہیگا "مسلمانو! ان مولویوں سے بچو، آج اسلام کی عزت خطرہ میں ہے، اسلام کی روایات اور اُس کا کلچر تباہ ہو رہا ہے۔ اور یہی مولوی ہیں جو اس کو تباہ کر رہے ہیں"۔ غریب عوام اتنے بھولے اور سادہ لوح واقع ہوئے ہیں کہ اس آواز سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں اور قطعاً یہ نہیں دیکھتے کہ اس کہنے والے کے اپنے اعمال کیا ہیں؟ یہ خود اسلامی تہذیب کا کس حد تک پابند ہے؟ اس کے دل میں احترام مذہب کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ ہے بھی یا نہیں؟ اور نہ اُن علماء کو دیکھتے ہیں جن کی نسبت اسلام کی عزت کو خطرہ میں ڈالنے کے الزامات عائد کیے جا رہے ہیں کہ وہ کون ہیں؟ جن کی عمریں اسلام کی پاسبانی اور اُس کی عظمت کی حفاظت میں ہی بسر ہوئی ہیں جنھوں نے اس راہ میں خانہ ویرانیاں برداشت کیں مصیبتیں سہیں، جیل خانوں میں گئے، طوق وسلاسل پہنے، اور طرح طرح کے جانی ومالی نقصانات اُٹھائے۔ دونوں کی زندگیوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک سرتاسر اسلامی وضع قطع کا پابند۔ دوسرا اُس سے نہ صرف بیگانہ وناآشنا بلکہ حد درجہ نفور، مگر اس کے باوجود عامۃ الناس کی

زود پذیری کا عالم یہ ہے کہ ایک ناآشنائے معاشرتِ اسلامی کی زبان سے علماءِ حق کے خلاف کوئی لفظ سُنتے ہیں تو اُسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔ ایک شخص بول اٹھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہیں کیا۔ سرورِ کائنات نے اُس کے جواب میں صرف یہ فرمایا "اگر میں ہی تمہارے ساتھ انصاف نہیں کرونگا تو کون کریگا" پس اسی طرح مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر یہی علماءِ کرام اسلام کے دشمن ہیں، یہی اسلام کی عزت و حرمت کی پاسداری نہیں کرتے تو کیا وہ حفاظتِ اسلام کی توقع اُن سے کرتے ہیں جو زبان سے حرمتِ اسلام کا نام تو بہت لیتے ہیں لیکن جن کی زندگی یک قلم غیر اسلامی ہے۔ جن کو اسلام کے لیے آج تک اپنی انگلی شہید کرانے کا بھی حوصلہ نہیں ہوا۔ جو ایک مرتبہ بھی مسلمانوں کی خاطر ادنیٰ سے ادنیٰ قربانی پیش کرنے کی ہمت نہیں رکھتے جن کا کام صرف مسلمانوں کے جذبات کو غلط طریقہ پر برانگیختہ کرنا اور علماء کے خلاف اُنہیں صف آرا کرنا ہے۔ اگر "علماءِ حق" نے دورِ گزشتہ میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ اور اُن کے لیے صعوبتیں جھیلی ہیں تو مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج بھی صحیح رہنما وہی ہو سکتے ہیں، اور جب کبھی قربانی کا وقت آئیگا یہی بوریہ نشین ہونگے جو بڑی سے بڑی قربانی سے بھی پہلوتہی نہیں کرینگے۔ عربی کا مقولہ ہے "سَلِ المجرب ولا تسئل الحکیم" تجربہ کار سے پوچھو، حکمت داں سے نہیں" کوئی شخص بین الاقوامی سیاسیات اور انگریزی قانون کا کتنا ہی ماہر ہو، مسلمانوں کی قیادت صرف وہی حضرات کر سکتے ہیں جو اسلامی قانون کے ماہر ہیں اور جن کی فداکاری اخلاص، اور ایثار و جاں سپاری کا بارہا تجربہ کیا جا چکا ہے۔ ایک نئے اجنبی شخص کی وفا پر اعتماد کر کے اپنے مخلص اور قدیم وفا شعار دوست کو چھوڑ دینا اور اس کے ہاتھ سے تلخ دوا کا گھونٹ نہ پینا انتہا درجہ کی نادانی ہے۔